42

قرآن کریم کا ہر لفظ بندے کے لیے سلامتی کا پیغام ہے

(فرمودہ 31 دسمبر 1948ء بمقام لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"جلسہ کی تقریر کی وجہ سے مجھے کھانسی کی تکلیف پھر زیادہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے مَیں اب بھی زیادہ دیر تک بول نہیں سکتا۔ لیکن مَیں جماعت کو ایک رؤیا کے مضمون کی وجہ سے جو میرے لیے یہاں آنے کا محرّک بنا ہے ایک امر کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ آج آدھی رات کے قریب اچانک میری آنکھ کھل گئی اور مَیں جاگ اٹھا اور کچھ دعائیں وغیرہ کرتا رہا۔ اِسی حالت میں جبکہ مَیں جاگ رہا تھا اور غنودگی وغیرہ کی حالت نہیں تھی مجھے ایک آواز آئی جو کافی بلند تھی۔ کسی نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یہ آواز اس قدر واضح تھی اور اتنی بلند تھی کہ واہمہ کے کسی گوشہ میں بھی یہ خیال نہیں آ سکتا تھا کہ یہ کوئی کشفی یا الہامی آواز ہے بلکہ وہ بالکل ایسی ہی آواز تھی جیسے کوئی سمجھتا ہے کہ اسے کوئی آواز دے رہا ہے۔ مَیں نے خیال کیا کہ غالباً میری آنکھ کھل گئی ہے نماز کا وقت ہے اور کوئی شخص مجھے نماز کی اطلاع دینے کے لیے آیا ہے۔ مَیں نے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہا اور پوچھا کون ہے؟ مگر "کون ہے" کا کسی نے جواب نہیں دیا۔ پھر مَیں نے دوبارہ کہا کون ہے؟ مگر پھر بھی کوئی شخص نہ بولا۔ تب مَیں نے سمجھا کہ درحقیقت یہ الہامی آواز ہے اور مَیں نے اسے ظاہر پر محمول کیا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس

وقت آدھی رات کا وقت ہے اور اُس وقت کسی کے آنے کا امکان ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اِسی قسم کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا معاملہ میرے ساتھ پہلے بھی بعض دفعہ ہوا ہے مگر نیم خوابی اور غنودگی کی حالت میں۔ لیکن اس قسم کا نظارہ مَیں نے پہلی دفعہ دیکھا ہے۔ اُس وقت مَیں اتنا جاگ رہا تھا کہ میرے واہمہ میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یہ غیر معمولی نظارہ ہے۔ ایک اَور موقع پر بھی مجھے یاد ہے کہ مَیں نیم غنودگی کی حالت میں تھا۔ یہ مصری صاحب کے فتنہ کے وقت کی بات ہے اور مَیں سوچ رہا تھا کہ لوگ کس قسم کے فتنے پیدا کر دیتے ہیں۔ ان دوستانہ تعلقات کی وجہ سے جو مجھے مصری صاحب کے ساتھ تھے میری طبیعت پر ایک بوجھ تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ میرے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کے کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں۔ غرض میرے ساتھ کئی دفعہ ایسا تو ہوا ہے اور بظاہر جاگنے کی حالت میں ہوا ہے لیکن اِس دفعہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ایسا واضح تھا کہ یہ شبہ ہی نہیں ہوسکتا تھا کہ کسی قسم کی نیند یا غنودگی کی حالت ہو۔ اس رات بھی مَیں بہت دعا کر کے سویا تھا اور اس نظارہ سے خدا تعالیٰ نے اِس امر کے لیے جس کے لیے مَیں نے دعا کی تھی (یا کسی اَور امر کے لیے) حفاظت اور سلامتی کا اشارہ فرمایا ہے۔ پھر مَیں نے اِس امر پر غور کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے اطمینان کے لیے کس طرح اپنے رحم کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اگر دنیا کو دیکھا جائے تو وہ ہستی جو قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتی ہے اور جو اس سے پہلی کتب سے معلوم ہوتی ہے اُس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی نسبت ہی نظر نہیں آتی۔ اور پھر جب ہم عالَمِ وجود کا سائنٹیفک مطالعہ کرتے ہیں تو درحقیقت وہ اس عالم سے زیادہ ہے جو ہمیں عام حالات میں نظر آتا ہے۔ ایک زمیندار جو اپنے گھر سے کہیں باہر نہیں نکلا اور اس نے کوئی سفر نہیں کیا وہ دنیا کے معنے اَور سمجھتا ہے اور ایسا شخص جو سیّاح ہے اور وہ مختلف ممالک کو اپنی سیر و سیاحت کے دوران میں دیکھ آیا ہے وہ دنیا کے اَور معنے سمجھتا ہے۔ ایک جغرافیہ دان دنیا کے معنے کچھ اَور سمجھتا ہے، ایک علمِ ہیئت کا جاننے والا دنیا کے کچھ اَور معنے سمجھتا ہے۔ اور ایک علمِ ہیئت عالیہ کا جاننے والا دنیا کے بالکل اَور معنے سمجھتا ہے۔ اور ایک علمِ ہیئتِ عالیہ کے ساتھ سائنس اور جیالوجی کا جاننے والا دنیا کے معنے بالکل اَور سمجھتا ہے۔ دونوں کے علم میں اتنی بھی تو نسبت نہیں جتنی ایک کنویں کے مینڈک اور ایک سمندر کے مینڈک کی ذہنیتوں کے درمیان نسبت ہوتی ہے۔

کہتے ہیں ایک سمندر کا مینڈک کسی کنویں کے مینڈک سے ملا۔ دونوں ہم قوم ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے حالات پوچھنے لگے۔ کنویں کے مینڈک نے سمندر کے مینڈک سے پوچھا کہ کیا سمندر زیادہ وسیع ہوتا ہے؟ سمندر کے مینڈک نے کہا ہاں سمندر بہت زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ یہ سن کر کنویں کے مینڈک نے ایک چھلانگ ماری۔ مینڈک چھلانگ اچھی مارتا ہے اور کُود کر بہت زیادہ فاصلہ پر جا پڑتا ہے۔ وہ مینڈک زور سے چھلانگ مار کر جیسے حد ہی کر دی جاتی ہے کہنے لگا کیا سمندر اتنا بڑا ہوتا ہے؟ سمندر کے مینڈک نے کہا یہ تو کچھ بھی نہیں۔ کنویں کے مینڈک نے دو چھلانگیں لگائیں اور پوچھا تو کیا اتنا بڑا ہوتا ہے؟ سمندر کے مینڈک نے کہا یہ تو کچھ بھی نہیں۔ تب کنویں کے مینڈک نے تین چھلانگیں لگائیں اور پوچھا تو کیا اتنا بڑا ہوتا ہے؟ اور سمجھا کہ اس سے بڑا تو سمندر ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر سمندر کے مینڈک نے پھر بھی یہی کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اس پر کنویں کے مینڈک نے منہ پھیر کر کہا چل جھوٹا کہیں کا۔ مَیں نہیں مانتا کہ سمندر اتنا بڑا ہوتا ہے۔ کنویں کے مینڈک کی ذہنیت میں سمندر کی لمبائی چوڑائی نہیں آسکتی تھی کیونکہ اُس نے سمندر دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ اُس کا اندازہ ہی کیا لگا سکتا تھا۔ کنویں کے مینڈک اور سمندر کے مینڈک کی ذہنیت میں جتنا فرق ہوتا ہے اُس سے سینکڑوں ہزاروں درجے زیادہ فرق ایک گنوار اور اُس آدمی کی ذہنیت میں ہوتا ہے جو علمِ ہیئت، سائنس اور جیالوجی کو جانتا ہے کیونکہ وہ دنیا کے سامنے ایسا نظریہ پیش کرتا ہے جو باوجود وسعت کے اس کے ساتھ یہ قید بھی لگا دیتا ہے کہ اِس دنیا کا اندازہ انسانی مقدرت سے باہر ہے خواہ وہ اندازہ حسابی اعداد کے لحاظ سے ہو یا روشنی کے سالوں کی صورت میں ہو۔ بہرحال انسان اس کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے۔ وہ آدمی جو گاؤں میں رہنے کی وجہ سے دنیاوی علوم سے نابلد ہے اور دنیا کے حالات سے ناواقف ہے وہ اس دنیا کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔

سو ایسی دنیا جس کا اندازہ باوجود ہزاروں سال کی کوشش کے اور باوجود مختلف ذرائع مہیا ہونے کے جن سے فاصلے اور وقتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے انسان نہ کر سکا۔ وہ دنیا جس کو انسان ابھی تک نہیں سمجھ سکا، مذہب کہتا ہے کہ اس وسیع دنیا کو خدائے قادر نے کُنْ کے لفظ سے پیدا کیا ہے۔ اس وسیع دنیا کو خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی بھی تو نسبت نہیں۔ وہ دنیا جس کی پیدائش کا علم تو الگ رہا، اس کے اسرار کو جاننے کی بات تو الگ رہی اس کی لمبائی اور چوڑائی کو اور اس کے پھیلاؤ کو دریافت کرنے

کے لیے متواتر کوششوں کے بعد بھی انسان دریافت نہ کرسکا بلکہ بجائے معلوم کرنے کے وہ حیرت میں بڑھتا گیا۔اس دنیا کے متعلق جس کی لمبائی اور چوڑائی کو سینکڑوں اور ہزاروں سال کی کوششوں کے بعد بھی انسان معلوم نہ کرسکا۔قرآن کریم کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کُنْ کہا اور وہ پیدا ہوگئی۔اور یہ صرف ایک دفعہ ہی نہیں بلکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ کُنْ کہتا ہے "فَیَکُوْنُ 1" اور نئی دنیا پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہ "فَیَکُوْنُ" کی جو حالت ہے اس کو بھی سائنس نے ثابت کیا ہے۔ جنگ کے بعد دنیا کے پھیلاؤ کے اندازے لگائے گئے لیکن وہ غلط ثابت ہوئے اور یہ خیال کیا گیا کہ یہ اندازے ہی غلط لگائے گئے تھے۔ پھر دوبارہ اندازے لگائے گئے مگر وہ بھی غلط ثابت ہوئے۔تب معلوم ہوا کہ یہ اندازے غلط نہیں لگائے تھے بلکہ دنیا برابر پھیل رہی ہے اور جب بھی اس کے پھیلاؤ کا اندازہ لگایا جاتا ہے پہلے سے اس کا پھیلاؤ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

قریب کے زمانہ کی بات ہے کہ یہ بات معلوم ہوئی کہ نہ صرف دنیا پھیل رہی ہے بلکہ اس کے پھیلنے کی رفتار تیز ہو رہی ہے گویا ساری کوششیں جو ماضی میں اس کے پھیلاؤ کو معلوم کرنے کے لیے کی گئی تھیں رائیگاں گئیں۔اس ساری دنیا کے مقابلہ میں زمین کی حیثیت اتنی بھی نہیں جتنی حیثیت ایک چیونٹی یا جُوں کو زمین کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ایک چیونٹی یا جُوں کو زمین کے مقابلہ میں جو نسبت ہوتی ہے اس سے بھی کم اس دنیا کو عالَمِ وجود سے نسبت ہے۔اس کے مقابلہ میں انسان کی حیثیت تو ظاہر ہے۔انسان اپنی مجبوریوں کی وجہ سے اور اندرونی کمزوریوں کی وجہ سے کتنا مجبور ہے۔جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے اور دماغی کیفیات کے لحاظ سے جب ہم انسان کو دیکھتے ہیں اور پھر اس بات کو دیکھتے ہیں کہ انسان کی دنیا کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے اور ہماری دنیا کی سارے عالَم کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔اور پھر اِس عالَم کی اگلے اور پچھلے عالَموں کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔اور جب ہم ساتھ یہ دیکھتے ہیں کہ ان سب عالَموں کو خدا تعالیٰ نے ایک لفظ کُنْ سے پیدا کر دیا تو پھر خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں انسان کی حیثیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنا بالکل مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔

جتنا ہم علم میں بڑھتے جاتے ہیں اور پھر دنیا کا اندازہ لگاتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مادی نہیں روحانی ہے۔ جب انسان اپنی پوری طاقتوں اور قوتوں کا اندازہ لگا کر یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ دنیا کتنی بڑی ہے؟ تو دنیا اَور پھیل جاتی ہے۔ یا یوں کہو کہ ایک طاقتور ہستی اس کا ہر وقت مقابلہ کرتی ہے۔

جب وہ دیکھتی ہے کہ انسان اپنے ایجاد کردہ علوم کی وجہ سے دنیا کا اندازہ لگانا چاہتا ہے تو وہ کہتی ہے ٹھہرو۔ اب اندازہ لگاؤ اور پھر انسان حیرت زدہ ہو کر کھڑا رہ جاتا ہے۔ یہ انسان ہے اور وہ خدا ہے۔ یہ انسان جس کی حیثیت خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں اس سے بھی ادنیٰ ہوتی ہے جتنی حیثیت کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ خوردبینی کیڑے کی انسان کے مقابلہ میں ہوتی ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کہتا ہے **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ**۔ کبھی وہ براہ راست کہتا ہے اور کبھی کسی فرشتے کے ذریعے سے کہتا ہے۔ یہ کتنی حیرت انگیز بات معلوم ہوتی ہے بلکہ اگر مذہب کے اصولوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو ایک مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے۔ تم ذرا قیاس تو کرو کہ اگر مال روڈ پر چلتے چلتے کوئی کیلے کے پتے کو جھک کر سلام کرے، تم ذرا اندازہ تو کرو کہ ایک قوم کا لیڈر، ایک بڑا جرنیل اور ایک بڑا کمانڈر سڑک پر چلتے ہوئے ایک چیونٹی کو جھک کر سلام کرے تو تم اسے کیا سمجھو گے؟ تم یہی سمجھو گے کہ اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، لیکن خدا تعالیٰ کا ایک بندے کو سلام کرنا تو اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ وہاں کچھ تو نسبت ہے مگر یہاں تو کچھ بھی نسبت نہیں۔ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ سمجھا جائے کہ **نَعُوْذُ بِاللّٰہِ** خدا تعالیٰ کا دماغ چل گیا ہے اور یا یہ سمجھ لیا جائے کہ جس طرح خدا تعالیٰ کی خلقت کا اندازہ لگانا مشکل ہے اُسی طرح خدا تعالیٰ کی ملاطفت اور رحم کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ جس طرح انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ دنیا کہاں سے پیدا ہوئی اسی طرح انسان یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ یہ رحم اور تکریم خدا تعالیٰ لایا کہاں سے ہے۔

اس کے علاوہ ایک اَور بات بھی سوچنے والی ہے کہ خدا تعالیٰ تو انسان کو **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ** کہتا ہے مگر کیا بندہ بھی خدا کو **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ** کہتا ہے؟ **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ** کہنا تو الگ رہا کیا بندہ خدا تعالیٰ کے **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ** کے جواب میں **وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ** کہتا ہے؟ ہزاروں ہزار ایسے لوگ ہیں جن کا صبح سے شام تک سارا دن بیوی کی طرف منہ کر کے باتیں کرتے ہوئے گزر جاتا ہے، جن کا صبح سے شام تک سارا دن بچوں کی طرف منہ کر کے باتیں کرتے ہوئے گزر جاتا ہے، جن کا صبح سے شام تک سارا دن دوستوں اور دفتری اور کاروباری لوگوں سے جن سے ان کے تعلقات ہوتے ہیں باتیں کرتے ہوئے گزر جاتا ہے لیکن صبح سے شام تک ایک سیکنڈ کے لیے بھی وہ اُس ہستی کی طرف منہ کر کے بات نہیں کرتے جس کا ان سے بات کر لینا اگر مذہب اس کی حقیقت بیان نہ کرے تو مضحکہ خیز نظر آتا۔ انسان کی خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں اتنی بھی تو حیثیت نہیں جتنی حیثیت ایک چیونٹی یا مکھی کو انسان کے

مقابلہ میں حاصل ہوتی ہے۔ مکھی انسان کے مقابلہ میں حیثیت رکھتی ہے مگر انسان کی خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کچھ بھی تو حیثیت نہیں۔ وہ تو اس دنیا کے مقابلہ میں بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتا جس کو خدا تعالیٰ نے کُنْ کے لفظ سے پیدا کیا ہے۔ پھر وہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا ہے مگر بندہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ تو الگ رہا اُس کے جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ بھی نہیں کہتا۔ بلکہ بسا اوقات وہ خدا تعالیٰ کا سلام سن کر تنفّر سے منہ پھیر لیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۔2 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہو کر قیامت کے دن کہیں گے کہ اے میرے خدا! افسوس ہے میری قوم پر جن کو مَیں نے تیرا سلام دیا، تیرا پیام دیا مگر بجائے اس کے کہ وہ تیرے سلام اور پیام کو سن کر شادیِٔ مرگ ہو جاتے، بجائے اس کے کہ وہ اسے سن کر مرعوب ہو جاتے، بجائے اس کے کہ وہ اسے سن کر ممنون ہوتے، بجائے اس کے کہ اسے سن کر ان کے جسم کا ہر ذرہ اور ان کے دل کی ہر ہر تار کانپنے لگ جاتی، بجائے اس کے کہ انسان اس سلام کے جواب میں شکریہ کا پیام دیتا اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتا اس نے کیا کیا؟ اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۔ انہوں نے تیرے سلام اور تیرے پیام کو اپنی پیٹھوں کی طرف پھینک دیا اور کہا دُور ہو جا ہم تیری پروا نہیں کرتے۔

ہمیشہ سے دنیا یہی کرتی چلی آئی ہے مگر وہ دنیا جو یہ جانتی نہیں کہ خدا تعالیٰ کیا ہے اُس کا رسول کیا ہے۔ وہ جو کرتی ہے اسے کرنے دو۔ مَیں مومن سے پوچھتا ہوں جو کہتا ہے کہ خدا ہے، جو جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی کیا حیثیت ہوتی ہے، جو سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا بندے کو مخاطب کرنا خواہ وہ بِالواسطہ ہو یا بِلا واسطہ ایک عظیم الشان انعام ہے۔ مَیں اُس سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کو سنتا ہے اور پھر اس کا جواب نہیں دیتا۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ قرآن فرشتوں کے ذریعہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترا کرتا تھا تو کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے اس کی نَعُوْذُ بِاللّٰہ بے ادبی کرتے تھے کہ یہ فرشتوں کے ذریعہ سے کیوں نازل ہوا ہے؟ خدا تعالیٰ نے بِلا واسطہ قرآن کریم کیوں نازل نہیں کیا؟ اگر قرآن کریم کو بِالواسطہ نازل کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہوتا تو آپؐ کو بھی قرآن کریم پھینک دینا چاہیے تھا۔ لیکن جب تم سنتے ہو یا پڑھتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ پر قرآن کریم فرشتوں کے ذریعہ سے نازل کیا ہے تو تمہارے نزدیک قرآن کریم کی

اہمیت کم نہیں ہو جاتی۔ تم جب سنتے ہو کہ آپؐ پر قرآن کریم فرشتوں کے ذریعہ سے نازل ہوا ہے تو تم کہتے ہو سُبْحَانَ اللّٰہ! اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعہ قرآن کریم ملنے پر اس کی عظمت کم نہیں ہو جاتی تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن کریم ملنے سے تمہارے نزدیک اس کی عظمت کیوں گر جائے گی۔ تم اگر کہہ سکتے تو یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک فرشتے قرآن کریم لائے جو ادنیٰ حیثیت رکھتے تھے اور ہم تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم لائے جو فرشتوں سے افضل تھے۔ اگر تم ایسا کہو تو تمہارے نزدیک قرآن کریم کی عظمت کتنی بڑھ جاتی ہے۔ لیکن افسوس جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے وہ ہستی جسے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ نہیں کہنا چاہیے تھا بوجہ اس کے کہ وہ بڑا ہے اور اعلیٰ شان رکھتا ہے وہ تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتا ہے لیکن وہ بندہ جسے یہ سلام سن کر شادیٔ مرگ ہو جانا چاہیے تھا وہ جواب نہیں دیتا۔ بِسْمِ اللّٰہ کی ب سے لے کر سورۃ وَالنَّاس تک قرآن کریم کا ہر ہر کلمہ، اس کا ہر ہر لفظ اور ہر ہر حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے بندے کے لیے سلام کا پیغام لے کر آیا ہے لیکن بندہ اس کا جواب دینے کے لیے تیار نہیں۔ کسی وقت کسی بندے نے خدا تعالیٰ کے سلام کا جواب دیا تھا اور نہایت شاندار دیا تھا مگر اب انسان اسے جواب دینے کے لیے تیار نہیں۔ اب بھی مسلمان اگر خدا تعالیٰ کے سلام کے جواب کے لیے تیار ہو جائیں اور اس کی قدر کے لیے تیار ہو جائیں تو یقیناً ان کی دنیا بدل سکتی ہے، ان کی ناکامی، فلاح اور کامیابی میں بدل سکتی ہے"۔

(الفضل 6/ اپریل 1949ء)

1: الانعام:74

2: الفرقان: 31